بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حدیث بھی
کتاب اللہ ہے

مرتبہ
مسعود احمد

شائع کردہ
جماعت المسلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حدیث وحی ہے

حدیث وحی ہے یعنی منزّل من اللہ ہے ۔ حدیث کے وحی ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں :-

دلیل ۱ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۔ (آل عمران ۱۲۴)

اے رسول جب آپ مؤمنین سے یہ کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے نازل فرماکر تمہاری مدد فرمائے ۔

آیت کا انداز بتا رہا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تسلّی صحابۂ کرام کو تین ہزار فرشتوں کی امداد کی خبر دی تھی ۔ کیونکہ یہ خبر قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی وحی آئی تھی جس کی بنیاد پر آپؐ نے یہ خوشخبری دی تھی ۔

دلیل ۲ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ (بقرۃ - ۱۴۳)

اور (اے رسولؐ) جس قبلہ کی طرف آپ پہلے منہ کرتے تھے اس کو ہم نے کسی اور مقصد کے لئے مقرر نہیں کیا تھا سوائے اس کے کہ ہم یہ دیکھ لیں کہ کون رسولؐ کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں (کفر کی طرف) واپس ہوجاتا ہے ۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم اللہ تعالےٰ نے دیا تھا لیکن یہ حکم قرآن مجید میں نہیں ۔ لہذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی وحی تھی جس کے ذریعہ یہ حکم دیا گیا تھا ۔

دلیل ۳ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۔ (جمعہ - ۹)

اے ایمان والو، جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو جلدی سے اللہ کے ذکر کی طرف آؤ اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

یہ آیت کب نازل ہوئی اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں اس طرح آتا ہے۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۔ (جمعہ - ۱۱)

اور جب ان لوگوں نے تجارت یا تماشا دیکھا تو اس طرف چلے گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے، آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ لہو اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے۔

گویا یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب جمعہ کی نماز کے وقت بعض لوگ تجارت کے لئے چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔

آیت زیر بحث سے ثابت ہوا کہ نماز جمعہ کے لئے اذان دی جاتی تھی، جمعہ کے دن کوئی خاص نماز تھی جس میں لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ ان دونوں باتوں کا قرآن مجید میں کہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ لہذا یہ دونوں کام کسی ایسے حکم کی تعمیل میں ہو رہے تھے جو قرآن مجید میں نازل نہیں ہوا تھا بلکہ قرآن مجید کے علاوہ تھا اور جب اس حکم کی خلاف ورزی عمل میں آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ تنبیہ کر دی۔ پس ثابت ہوا کہ وہ حکم بذریعہ حدیث ملا تھا۔ لہذا حدیث وحی ہے۔

آیت بالا میں حدیث کے خلاف عمل کرنے پر تنبیہ نازل ہوئی اس سے حدیث کے احکام کی اہمیت آشکار ہے۔

دلیل ۷ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ ۝ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا

نمازوں کی حفاظت کرو اور خاص طور پر بیچ کی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہو۔

اَوۡ رُکۡبَانًا فَاِذَاۤ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ○ (البقرۃ ۲۳۸ - ۲۳۹)

پھر اگر تمہیں دشمن کا خوف ہو تو (چلتے پھرتے) پیدل بھی اور سواری پر بھی نماز ادا کر سکتے ہو لیکن جب امن ہو جائے تو پھر اللہ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح تمہیں اللہ نے سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ حالتِ امن میں کوئی خاص طریقہ ہے جس طریقہ سے نماز ادا کی جاتی ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس کے متعلق ارشاد ہے کہ " اللہ نے تمہیں سکھایا"۔ پورا قرآن مجید پڑھ جائیے نماز کا طریقہ آپ کو نہیں ملے گا۔ لہذا اللہ نے کسی اور ذریعہ سے نماز کا طریقہ سکھایا ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ لہذا حدیث بھی منزل من اللہ ہے۔

دلیل ۵ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَا قَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّیۡنَۃٍ اَوۡ تَرَکۡتُمُوۡهَا قَآئِمَۃً عَلٰۤی اُصُوۡلِهَا فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ۔ (حشر ۵)

(جنگ بنونضیر میں) جو درخت تم نے کاٹے یا جو درخت اپنی جڑوں پر کھڑے چھوڑ دئے، یہ اللہ کے حکم سے تھا۔

پورے قرآن مجید میں یہ حکم کہیں نہیں کہ فلاں درخت کاٹے جائیں اور فلاں درخت چھوڑ دئے جائیں لہذا ثابت ہوا کہ کسی اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا تھا یعنی قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آیا کرتی تھی۔

دلیل ۶ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیۡنَ خُلِّفُوۡا حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتۡ عَلَیۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَضَاقَتۡ عَلَیۡهِمۡ اَنۡفُسُهُمۡ وَظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّاۤ اِلَیۡهِ ثُمَّ تَابَ عَلَیۡهِمۡ لِیَتُوۡبُوۡا اِنَّ اللّٰہَ هُوَ التَّوَّابُ

اور اُن تین آدمیوں کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہو گئی اور اُن کی جانیں ان پر وبال بن گئیں اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ کے غضب سے بچنے کا سوائے اللہ کے در

الرَّحِيۡمُ (توبۃ - ۱۱۸) کوئی ٹھکانہ نہیں۔ پھر اللہ ان پر متوجہ ہوا تاکہ وہ توبہ کریں، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

یہ تین آدمی کون تھے؟ ان کا کیا قصور تھا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر غصہ کا اظہار کس آیت میں کیا تھا؟ قرآن مجید ان تمام باتوں سے خاموش ہے۔ ظاہر ہے کہ توبہ قبول کرنے سے پہلے غیظ و غضب کا اظہار بھی کیا گیا ہوگا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پچاس دن تک ان کا مکمل مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا گیا۔ سلام و کلام بند کر دیا گیا، حتیٰ کہ بیویوں کو بھی علیحدہ ہو جانے کا حکم ملا۔ یہ سب کچھ کس کے حکم سے تھا؟ ظاہر ہے کہ جس کے حکم سے معافی دی جا رہی ہے اُسی کے حکم سے مقاطعہ بھی کیا گیا ہوگا لیکن وہ حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آیا کرتی تھی۔

دلیل ۷ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ○ (تحریم - ۳)

اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے راز کی بات کہی پھر جب اس بیوی نے راز کو ظاہر کر دیا اور اللہ نے نبی کو مطلع کر دیا تو نبی نے بعض باتوں کو جتا دیا اور بعض سے چشم پوشی کی۔ پھر جب نبی نے اس بیوی کو یہ بات بتائی تو اس نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا (کہ میں نے راز کو ظاہر کر دیا) نبی نے جواب دیا کہ مجھے علیم و خبیر نے بتایا۔

وہ راز کیا تھا؟ کونسی بیوی تھی؟ قرآن مجید خاموش ہے۔ قرآن مجید سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کسی بیوی کو آپ نے منع کر دیا تھا کہ راز ظاہر نہ کریں لیکن انہوں نے ظاہر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کو افشائے راز کی اطلاع دی۔ لیکن کس طرح دی۔ یہ چیز قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ کسی اور وحی کے ذریعہ مطلع کیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی سلسلہ وحی جاری رہا کرتا تھا۔ پھر قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی نے ازراہ

تعجب پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا کہ میں نے راز کو ظاہر کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "العلیم الخبیر" نے ۔ ان الفاظ سے بالبداہت ثابت ہوا کہ اللہ تعالٰے نے آپ کو مطلع کیا تھا ۔ اب بھی اگر کوئی کہے کہ کسی "العلیم الخبیر" انسان نے خبر دی تھی جیسا کہ منکرین حدیث کا کہنا ہے اور "فلما اظہرہُ اللہ علیہ" میں بھی اللہ سے مراد کوئی انسان ہے تو ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ہی ان کو ہدایت دے ۔ منکرین حدیث کا یہ مفروضہ منصب نبوّت کے قطعًا منافی ہے ۔ جب اطلاع دینے والا اللہ ہو ، جس کو اطلاع دی جا رہی ہو وہ نبی ہو تو سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالٰے نے بذریعہ وحی اپنے نبی کو بتایا تھا اور وہ وحی قرآن مجید کے علاوہ تھی ۔ اگر یہ تسلیم نہیں تو پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ بھی اللہ نے آپ کو سکھایا وہ سب درحقیقت انسانوں نے ہی آپ کو سکھایا تھا ، اللہ تعالٰے نے اس کو اپنی طرف منسوب کر لیا ۔ ایسی صورت میں معاذ اللہ نہ وحی رہے گی نہ نبوّت ۔ قصّہ ختم ۔

دلیل ۸ اللہ تعالٰے فرماتا ہے :-

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ ۔

(مجادلۃ ـ ۸) .

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشی سے منع کیا گیا تھا (لیکن یہ لوگ باز نہیں آئے اور) پھر وہی کام کر رہے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا ۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت کے نزول سے پہلے مسلمین کو سرگوشی سے منع کیا گیا تھا لیکن ممانعت کا وہ حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں لہذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آتی ہے ۔

مزید دلائل کے لئے "برہان المسلمین" کا مطالعہ کیجئے ۔

حدیث حجتِ شرعیہ اور ماخذِ قانون ہے

حجت، دلیل کو کہتے ہیں اور حجت شرعیہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس کی بنیاد پر شرعی اُمور یعنی دینی معاملات کا فیصلہ کیا جائے۔

شریعتِ اسلامیہ صدہا قوانین پر مشتمل ہے، یہ تمام قوانین قرآن مجید اور حدیث نبوی سے نکلتے ہیں، قرآن مجید اور حدیث نبوی ہی اسلامی قوانین کا سرچشمہ ہیں دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث نبوی مآخذ قانون ہیں، انہی مآخذ سے ایک مسلم اسلامی قوانین کو اخذ کرتا ہے۔

ہم "برہان المسلمین" میں متعدد دلائل سے ثابت کرچکے ہیں کہ حدیث وحی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو چیز وحی ہو اس کے حجت شرعیہ ہونے میں کسی مسلم کو ذرا بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے تاہم مزید اطمینان کے لئے ہم ذیل میں حدیث کے حجت شرعیہ ہونے کے دلائل بیان کر رہے ہیں:-

دلیل ۱: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِتَّبِعُوا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ (اعراف - ۳)

اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی نہ کرو مگر تم نصیحت کم ہی حاصل کرتے ہو۔

برہان المسلمین میں دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ حدیث وحی ہے اور اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے لہذا آیت بالا کی رُو سے حدیث کا اتباع فرض ہے اور حدیث حجتِ شرعیہ ہے۔

دلیل ۲ | اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ (نساء ۔ ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ ہی کی اطاعت کی۔

رسولؐ کی اطاعت میں احکامِ قرآنی بھی شامل ہیں اور دوسرے احکام بھی اور کیونکہ آیت بالا میں احکامِ قرآنی کی تخصیص نہیں ہے بلکہ مطلقاً آپ کے تمام احکام کی اطاعت کا حکم ہم کو دیا گیا ہے لہذا ثابت ہوا کہ احادیث کے احکام کی اطاعت بھی فرض ہے۔ احادیث کی اطاعت گویا اللہ کی اطاعت ہے لہذا احادیث حجّتِ شرعیہ ہیں۔

دلیل ۳ | اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (بقرۃ ۱۲۰)

اللہ کی ہدایت ہی اصل میں ہدایت ہے۔

دوسری جگہ ارشادِ باری ہے:۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (بقرۃ ۔ ۳۸)

(اے بنی آدم) جب کبھی میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جن لوگوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ خوف ہوگا نہ غم۔

گویا اللہ تعالےٰ کی ہدایت اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے، لیکن یہ ہدایت ملے گی کہاں سے؟ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (نور ۵۴)

اگر تم رسول کی اطاعت کروگے تو ہدایت یاب ہو جاؤ گے۔

یعنی رسول کی اطاعت میں ہدایت ہے اور یہ ہدایت وہی ہے جس کے نازل کرنے کا اللہ تعالےٰ نے بنی آدم سے وعدہ فرمایا تھا، لہذا رسولؐ کے احکام منزل من اللہ ہیں۔ ان کی پیروی ہی میں ہدایت ہے لہذا احادیث کے احکام حجّت ہیں۔

دلیل ۴ | اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (قیامۃ ۱۹)

پرویز کا ترجمہ: "قرآن کی تفسیر ہمارے ہی ذمہ ہے"۔ (مقدمہ معارف القرآن ص۴۸)

اس آیت کی رُو سے قرآن مجید کی تفسیر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہی ہونی چاہیئے ۔ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ (نحل - ۴۴)

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کر دیا ہے تاکہ آپ اس ذکر کی جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے تشریح و تفسیر ان لوگوں کے سامنے بیان کریں ۔

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ تفسیر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے ، دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے ، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر من جانب اللہ ہوگی لہذا شریعت الہیّہ کی تفسیر و توضیح میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ منزل من اللہ اور حجّت شرعیّہ ہے ۔ اگر صرف قرآن مجید کو دیکھا جائے تو اس میں نہ "صلوٰۃ" کی وضاحت ہے ۔ نہ "زکوٰۃ" کی ۔ نہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کرنا کس وقت ضروری ہے ۔ یہ تمام باتیں احادیث سے معلوم ہوتی ہیں ، لہذا احادیث حجّت شرعیہ ہیں ۔

دلیل ۵ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (جمعۃ - ۲)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اُمّیوں میں ، ان ہی میں سے ، ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے ، ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے ۔

دلیل ۶ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ

تحقیق اللہ تعالےٰ نے مؤمنین پر بڑا احسان کیا کہ انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور

لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (آل عمران ۱۶۴) اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔

دلیل ۷ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ (بقرۃ - ۱۵۱)

جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم لوگوں میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سناتا ہے، تمہیں پاک وصاف کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ایسی باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

دلیل ۸ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اس طرح دعاء کی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (البقرۃ - ۱۲۹)

اے ہمارے رب ان لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو (روحانی گندگیوں سے) پاک کرے۔ بیشک تو عزیز وحکیم ہے۔

خلاصہ دلائل ۵ تا ۸ کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ منصبی تین ہیں۔

۱۔ احکامِ الٰہی سنانا۔

۲۔ تزکیہ کرنا۔ یعنی قلوب کو تمام روحانی گندگیوں سے پاک وصاف کرنا۔

۳۔ کتاب وحکمت کی تعلیم دینا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف احکام وآیاتِ الٰہی کا سنانا ہی ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک قاصد تھے جو پیغام دے کر چلے گئے۔ آپ کی ذات سے ہمیں کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قاصد ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مزکّی ومعلّم بھی بنا کر بھیجا۔ اور جب مزکّی

ومعلّم بنا کر بھیجا تو پھر آپ کی ذات سے بھی ہمارا تعلق پیدا ہو گیا اور وہ اس طرح کہ آپ ہمیں امراضِ روحانی سے شفا حاصل کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں اور کیونکہ آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے طبیب روحانی ہیں لہٰذا آپ کا تجویز کردہ علاج بھی اللہ کی طرف سے منظور شدہ ہونا لازمی ہے۔ اگر آیاتِ الٰہی سے صرف قرآن مجید ہی مراد ہو تب بھی یہ تو ضرور ثابت ہوا کہ روحانی امراض کا علاج بھی اللہ کی طرف سے ہے یعنی جو جو باتیں آپ نے اس سلسلے میں تلاوتِ آیات کے علاوہ بتائیں یا انجام دیں وہ منجانب اللہ ہیں۔ لہٰذا حجت ہیں۔

تیسرا فرضِ منصبی جس کی تکمیل کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، وہ تعلیم کتاب وحکمت ہے۔ اگر ہم یہ بھی فرض کرلیں (جیسا کہ منکرین حدیث کا خیال ہے) کہ کتاب اور حکمت سے صرف قرآن مجید مراد ہے تب بھی یہ بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی طرف سے ہمارے معلّم ہیں، آپ ہمیں قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں، یعنی صرف سناتے ہی نہیں سمجھاتے بھی ہیں، تشریح اور وضاحت بھی کرتے ہیں۔ اگر آپ کا کام صرف سنانا ہی ہوتا تو "یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ" کافی تھا۔ لیکن سنانے کے ساتھ آپ کا یہ منصب بھی ہے کہ آپ تعلیم دیں۔ تعلیم دیتے وقت معلّم کو بہت سی باتوں کی تشریح کرنی پڑتی ہے۔ اگر وہ تشریح نہ کرے تو پھر صرف سنانے والا ہوا، اسے قاری تو کہہ سکتے ہیں معلّم نہیں کہہ سکتے۔ لیکن آیات بالا کہتی ہیں کہ آپ معلّم ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر معلّم اللہ کی طرف سے ہو تو اس کی تشریح کو بھی اللہ کی طرف سے ماننا پڑے گا۔ اللہ تعالےٰ اپنے کلام کی غلط تشریح پر خاموش نہیں رہ سکتا، لہٰذا یہ تمام تشریحات وعملی تفصیلات جو احادیث میں پائی جاتی ہیں من جانب اللہ ہیں، لہٰذا حدیث حجت شرعیّہ ہے۔

مزید دلائل کے لئے "برہان المسلمین" کا مطالعہ کیجئے۔

صحابۂ کرام سے حجیّتِ حدیث کا ثبوت

دلیل نمبر ۱: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا ورثہ طلب کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :-

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَاِنِّيْ اَخْشٰى اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد)

میں ایسا کوئی کام ترک نہیں کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، بلکہ میں اسی کام کو کرتا رہوں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امر کو چھوڑ دوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔

دلیل نمبر ۲: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی قسم کے مقدّمہ کے دوران اپنی خلافت کے زمانہ میں فرمایا تھا۔

فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهٗ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد)

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ میں وہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک ابوبکرؓ سچے تھے، نیکوکار تھے، ہدایت یاب اور حق کے تابع تھے۔

پھر فرمایا :-

اَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں بھی اسی طرح عمل کرتا رہوں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا ہے۔

پھر فریقین کو مخاطب کر کے فرمایا :-

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ (صحیح

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارا (یعنی انبیاء کا) کوئی وارث نہیں

ہونا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

ورثہ کی تقسیم کے سلسلے میں قرآن مجید کے لحاظ سے نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہیں، ہر ایک کا ترکہ تقسیم ہونا چاہیئے۔ مذکورہ بالا حدیث قرآن مجید کی مخصص ہے اور بظاہر قرآن مجید کے خلاف نظر آتی ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے علی الاعلان تمام صحابہ کی موجودگی میں اس کو پیش کیا اور بطور حجت شرعیہ تسلیم کیا۔ نہ فریقین مقدمہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے اس کی تردید کی، نہ صحابہؓ کے مجمع سے کوئی آواز اٹھی کہ حدیث حجت نہیں، نہ یہ آواز اٹھی کہ یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے۔ تمام صحابہؓ نے اسے تسلیم کیا اور حجت مانا۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

فَوَاللّٰہِ الَّذِیْ بِاِذْنِہٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِیْ فِیْھَا قَضَاءً غَیْرَ ذٰلِکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)	قسم اُس اللہ کی جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں میں قیامت تک اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔

نتیجہ | تمام صحابہؓ کے اجماع سے ثابت ہوا کہ حدیث قیامت تک کے لئے حجت ہے۔

دلیل ۳ | مانعینِ زکوٰۃ سے جب حضرت ابوبکرؓ نے قتال کا ارادہ کیا تو وہ حضرت عمرؓ ہی تھے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کی اور حجت میں حدیث کو پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

[illegible] اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا [illegible] اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا [illegible]	مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں، پھر جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا اس نے مجھ سے اپنا [illegible] مگر کلمہ کا حق لیا جائے گا [illegible] کے ذمہ [illegible]

[illegible] کے حجت ہو [illegible]

[illegible]

حدیث کے ذریعہ بھی اللہ تعالےٰ کے احکام نازل ہوتے تھے۔ مزید برآں یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ حدیث کو صرف وحی ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ حجّت شرعیّہ بھی سمجھتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے جواباً فرمایا :-

فَاِنَّ الزَّکٰوۃَ حَقُّ الْمَالِ ۔ بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے۔

گویا حضرت ابوبکرؓ نے حدیث کے کلمہ " اِلَّا بِحَقِّہٖ " سے استدلال کیا اور حضرت عمرؓ و دیگر صحابہؓ نے اس استدلال کو صحیح مانا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔

فَعَرَفْتُ اَنَّہُ الْحَقُّ ۔ میں سمجھ گیا کہ بے شک یہی حق ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

دلیل ۱۲ مطلّقہ عورت کی رہائش اور نفقہ کے مقدّمہ میں حضرت عمرؓ نے فرمایا :-

لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم باب المطلقۃ ثلاثاً لا نفقۃ لہا) ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو نہیں چھوڑیں گے۔

صحابہؓ نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام صحابہ سنّت کو حجّت سمجھتے تھے۔

مزید معلومات کے لئے " برہان المسلمین " کا مطالعہ کیجئے۔

کتابُ اللہ

حضرت عمرؓ اور تمام صحابہؓ حدیث کو کتابُ اللہ سمجھتے تھے

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مجمع میں فرمایا :-

إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتٰبَ فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا۔ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ فَاَخْشٰى اِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلٌ وَّاللّٰهِ مَا نَجِدُ اٰيَةَ الرَّجْمِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَيَضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى اِذَا اُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ (صحیح بخاری کتاب المحاربین جزء ۸ صفحہ ۲۰۹)

بے شک اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپؐ پر کتاب نازل کی. تو جو کچھ اللہ نے نازل کیا اس میں آیت رجم بھی ہے. ہم نے اسے پڑھا ہے، سمجھا ہے اور محفوظ کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ ایک مدت دراز کے بعد کہنے والا یہ نہ کہے کہ اللہ کی قسم ہم رجم کی آیت کو اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے، اس طرح وہ اللہ (تعالےٰ) کے اُس فریضہ کو جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں اور (خبردار) رجم کی سزا اللہ کی کتاب میں حق ہے اُس مرد یا عورت کے لئے جو شادی شدہ ہو کر زنا کرے۔

رجم کا حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے لیکن حضرت عمرؓ اس کو کتاب اللہ اور منزل من اللہ سمجھتے ہیں اور بار بار اس کا ذکر کتاب اللہ کے ضمن میں کرتے ہیں۔ رجم کا حکم حدیث میں ہے اور اس حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کتاب اللہ اور منزل من اللہ سمجھا.

کسی صحابی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معاشرہ میں حدیث کو بھی کتاب اللہ ہی شمار کیا جاتا تھا۔

خلاصہ مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حدیث کو بھی کتاب اللہ سمجھتے تھے۔ اس کو منزل من اللہ مانتے تھے، اور اس پر عمل کرتے تھے۔ حضرت عمر رض خصوصیت کے ساتھ حدیث کی حفاظت میں پیش پیش تھے۔ بلکہ وہ آئندہ آنے والے فتنۂ انکارِ حدیث سے لوگوں کو متنبہ کرتے تھے کہ کہیں وہ اس فتنہ میں مبتلا ہو کر گمراہ نہ ہو جائیں اور اللہ کے فرائض کو چھوڑ نہ بیٹھیں۔ اور حضرت عمر رض کو ایسا کرنا بھی چاہیئے تھا، اس لئے کہ وہ ذمہ دار حیثیت کے مالک تھے۔ ان کا فرض تھا کہ فتنوں کا انسداد کریں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ متعدد بلکہ بیشمار موقعوں پر کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ، یا کتاب و سنّت کے الفاظ ساتھ ساتھ استعمال ہوتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو چیزیں ہیں لہذا سنّت کو کتاب اللہ نہیں کہہ سکتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ ساتھ استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ سنّت کتاب اللہ نہیں ہے۔ کتاب اللہ بے شک عام ہے اور سنّت پر بھی حاوی ہے، اس کے باوجود سنّت کا علیحدہ ذکر اس کی اہمیت اور مستقبل کے فتنہ کے انسداد کے لئے کیا گیا ہے۔ عام کے بعد خاص کا ذکر ہوتا رہتا ہے اور یہ چیز معروف ہے، کوئی غیر معروف چیز نہیں، ہر صاحب علم اس سے واقف ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ (سورۃ البقرۃ - ۹۸)	جو شخص اللہ کا، فرشتوں کا، رسولوں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا دشمن ہو تو بے شک اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

فرشتوں میں جبرئیل اور میکائیل دونوں شامل تھے۔ اگر ان دونوں فرشتوں کا ذکر

علیحدہ نہ بھی کیا جاتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا، تاہم ان کا علیحدہ ذکر کیا گیا تاکہ ان کی عظمت کا اظہار ہو اور وہ فتنہ جو یہودیوں نے اٹھایا تھا کہ یہ دونوں فرشتے ہمارے دشمن ہیں اُس کا قلع قمع کیا جاسکے۔ بالکل اسی طرح کتاب اللہ میں سنّت شامل ہوتی ہے پھر بھی اُس کا ذکر علیحدہ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اہمیت ظاہر ہو جائے اور جو فتنہ اٹھے اُس کا بآسانی قلع قمع کیا جاسکے۔

مزید معلومات کے لئے "برہان المسلمین" کا مطالعہ کیجئے۔

فہرست "برہان المسلمین"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احادیث کی اہمیّت کے متعلق اعلان فرمانا

۱۔ مقدام رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْکِتَابَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ
اَلَا یُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ
یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا
وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَ
مَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ
اَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْاَهْلِیُّ الخ
(ابوداؤد کتاب السنة جلد ۲ ص۲۸۴ وروی الترمذی نحوہٗ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اُسی کے مثل ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔ خبردار عنقریب ایک پیٹ بھرا شخص اپنے تخت پر بیٹھ کر اس طرح کہے گا کہ قرآن کو لازم پکڑ لو، پس جو اس میں حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو اس میں حرام ہے اُسے حرام سمجھو۔ خبردار! تمہارے لئے شہری گدھا حلال نہیں وغیرہ وغیرہ الخ

۲۔ ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں :-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ [illegible] اَرِیْکَتِهٖ
[illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہرگز [illegible] تم میں سے [illegible] تخت [illegible] حکم [illegible] پہنچے [illegible] اس [illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کے ساتھ حدیث کو بھی ماخذِ قانون بنانا

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا :۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِہٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ نَبِیِّہٖ (مستدرک حاکم جلد اول صـ۹۳ وسندہ صحیح)

اے لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ شَیْئَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَ ھُمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ (مستدرک حاکم جلد اول صـ۹۳ وسندہ حسن)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز علیحدہ نہیں ہوں گی یہاں تک کہ وہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔

غرض یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے ماخذِ قانون ہونے کا اعلان لاکھوں صحابہ کے مجمع میں فرمایا۔ یہ اعلان آخری حج میں کیا گیا۔ گویا اس اعلان کی حیثیت وصیت کی بھی تھی۔ پھر ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ قرآن وسنت دونوں میں تفریق نہ ہوگی "ان میں روزِ محشر تک علیحدگی ناممکن ہے"۔ یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ میری زندگی میں تو قرآن کے ساتھ سنت وابستہ رہے اور بعد والے سنت کو قرآن سے علیحدہ کر دیں۔ اس اعلانِ عام سے صاف ثابت ہوا کہ حدیث

اطاعتِ رسولؐ فرض ہے

دلیل نمبر ۱ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ○ (تغابن ـ ۱۲)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اگر تم (اطاعتِ رسول سے) منہ موڑو تو ہمارے رسول کے ذمّہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے (تمہاری نافرمانی کا وہ ذمّہ دار نہیں) -

آیتِ بالا سے معلوم ہوا کہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہے لہٰذا حکمِ رسولؐ حجت ہے -

دلیل نمبر ۲ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ○

کہدو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ موڑیں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا -

(آل عمران ـ ۳۲)

گویا جو شخص اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مُنہ موڑے وہ کافر ہے ، لہٰذا اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہے یعنی حدیث حجّت ہے -

دلیل نمبر ۳ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

یَوۡمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ عَصَوُا الرَّسُوۡلَ لَوۡ تُسَوّٰی بِہِمُ الۡاَرۡضُ - (نساء ـ ۴۲)

قیامت کے دن کافر اور وہ لوگ جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی ہوگی یہ خواہش کریں گے کہ انہیں مٹی میں ملا کر برابر کر دیا جائے -

آیتِ بالا سے معلوم ہوا کہ نجات ، اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے ، لہٰذا حدیثِ رسول حجّت ہے -

دلیل ۴ | اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ○ (جن ۔ ۲۳)	جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

دلیل ۵ | اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاحۡذَرُوۡا فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ○ (مائدہ ۔ ۹۲)	اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو، پھر اگر تم نے منہ موڑا تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

دلیل ۶ | اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ○ (انفال ۔ ۱)	اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم مومن ہو۔

گویا مومن بننے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے لہذا حدیث حجت ہے ۔

دلیل ۷ | اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ○ (نور ۵۶)	اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم کے لئے اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شرط قرار دیا۔ لہذا حدیث حجت ہے ۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی اطاعت کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔ اس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عین اطاعتِ الٰہی ہے ۔

دلیل ۸ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (نور ۵۴)

کہدو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم (اطاعتِ رسول سے) منہ پھیرو تو رسول کے فرائض کی ذمہ داری رسول پر ہے اور تمہارے فرائض کی ذمہ داری تم پر ہے اور اگر تم اسکی اطاعت کروگے تو ہدایت یاب ہو جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے ۔

اس آیت میں کس صراحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذکر کیا گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم دینے کے بعد دوبارہ اس کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ پھر سارا زور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دیا۔ حتّٰی کہ یہاں تک فرما دیا کہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہدایت مل سکتی ہے ورنہ سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ملے گا۔ اس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اطاعتِ الٰہی کا واحد ذریعہ ہے ، لہٰذا حدیث حجّت ہے اور بغیر اس کے ہدایت ناممکن ہے ۔

دلیل ۹ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (احزاب ۶۶)

جس دن ان کے منہ آگ میں اُلٹ پلٹ کئے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی ۔

خلاصہ | غرض یہ کہ اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے ۔ پس اطاعتِ رسول فرض ہے ، لہٰذا حدیث حجّت ہے ۔

ماخذ : "برہان المسلمین"۔

غیر مقلّدین میں تقلید کی شدّت

ایک جماعت جو غیر مقلد ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، ان کے دعوے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں کہیں تقلید کا نام ونشان نہیں ہوگا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس جماعت کا حال یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے ائمہ کی تقلید کو حرام بلکہ شرک کہتی ہے لیکن ماضی قریب یا دورِ حاضر کے علماء کے فتووں اور قیاس پر بے دلیل اور بلا تامّل عمل کرتی ہے اور طرفہ یہ کہ ان علماء کی تقلید کو تقلید نہیں سمجھتی۔ اس جماعت کی مثال ہمارے ہاں کے اُن دو فرقوں جیسی ہے جو ایک ہی مسلک کے ماننے والے ہیں، ان میں سے ایک فرقہ جب انبیاءؑ اور اولیاءؒ کی تعریف میں غلو کرتا ہے اور ان کو اللہ عزوجل سے جا ملاتا ہے تو دوسرا فرقہ انہیں مشرک کہتا ہے لیکن جب اپنے پیر صاحب کا معاملہ آتا ہے تو یہ دوسرا فرقہ وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جو پہلا فرقہ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے ساتھ کرتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ لیکن اس کو شرک نہیں سمجھتا۔ بالکل یہی حال غیر مقلّدین کا ہے۔ دوسرے اگر ائمہ دین کی تقلید کرتے ہیں تو یہ انہیں مشرک کہتے ہیں لیکن جب اپنے علماء کا معاملہ آتا ہے تو ان کی تقلید کرنے والوں کو مشرک نہیں کہتے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے "کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر ......" کتنی حیرت کی بات ہے کہ اگر کسی امام کا فتویٰ پیش کیا جائے تو اس کے ثبوت میں حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن ماضی قریب یا اپنے دور اور اپنے علاقہ کے علماءؒ کے فتووں کو بے دلیل تسلیم کرتے ہیں اور جو تسلیم نہ کرے اُسے برا سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند باتیں درج ذیل ہیں، ملاحظہ فرمائیے اور پھر ٹھنڈے دل سے فیصلہ کیجئے کہ ہماری معروضات کہاں تک صحیح ہیں۔

(۱) **فرض نماز کے بعد اجتماعی دعاء** اس سلسلہ میں حدیث طلب کی جائے تو کہتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء کرتے آئے ہیں یا کبھی انفرادی دعاء کا ثبوت پیش کر کے اسی پر اجتماعی دعاء کو قیاس کر لیتے ہیں۔

(۲) **آیہ کریمہ "ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَہُمْ" کے جواب میں "اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا" پڑھنا:**۔ اگر اس دعاء کا ثبوت طلب کیا جائے تو جواب وہی ملتا ہے یا کبھی یہ مغالطہ دیا

جاتا ہے کہ یہ دعاء حدیث میں ہے لہذا اس کا پڑھنا بدعت نہیں حالانکہ حدیث میں اس آیت کے جواب میں اس دعاء کے پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

کبھی یہ لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ اچھا آپ ہی بتائیں کہ اس آیت کے جواب میں کیا پڑھا جائے، جب ہم ان سے کہتے ہیں کہ اگر دعاء کا مقرر کر لینا ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم آپ ہی کو کیوں روکتے تو یہ اپنے مقلدین سے کہتے ہیں ان کی بات نہ سنو، ان کے پاس کسی مدرسہ کی سند نہیں۔

ذیل میں ہم ان لوگوں کی چند باتیں اور لکھ رہے ہیں جن کے ثبوت میں بس یہ علماء کے فعل کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

(۳) ایصال ثواب کے لئے جلسۂ قرآن خوانی۔

(۴) میت کے گھر جا کر تعزیت کے بعد اجتماعی دعاء مغفرت۔

(۵) تعویذ، گنڈے۔

(۶) مراقبے۔

(۷) اِلّا اللہ کی ضربیں لگانا۔

(۸) ذکر کے حلقے۔

(۹) مسنون تصوّف۔ ایک غیر اسلامی چیز کے ساتھ مسنون کا لفظ لگانا کتنی بڑی جرأت ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اسلامی سوشلزم یا رقص و سرود کو اسلامی ثقافت کہنا۔

(۱۰) کتاب و سنّت کا نام ہر وقت زبان پر ہے لیکن جب ان سے پوچھا جائے کہ ترکِ سنّت جائز ہے یا گناہ، تو کہتے ہیں کہ جائز ہے، گناہ نہیں۔ قارئین کو حیرت ہو رہی ہوگی کہ یہ ہم کیا سن رہے ہیں، سنّت پر مٹنے والے سنّت کے ترک کو جائز سمجھیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ قارئین کرام کو حیرت ہو یا نہ ہو حقیقت تو یہی ہے۔

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بغیر کسی قرینۂ صارفہ کے نفل سمجھتے ہیں، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض نہیں، نفل ہے۔

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں تضاد تسلیم کرتے ہیں، کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو منع کرنے کے بعد خود اس کام کو اس لئے کرتے تھے کہ اس کا جواز ثابت

ہو جائے، سوال یہ ہے کہ پھر منع کرنے اور سختی کے ساتھ منع کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپ یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ ایسا کر لینا جائز تو ہے لیکن نہ کرنا افضل ہے، کم از کم اس کا یہ فائدہ تو ہوتا کہ غیر مسلم یہ نہ کہتے کہ تمہارے نبی جو کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے۔ نبوّت پر کتنی بڑی چوٹ ہے لیکن ذہن پرستی کو سب کچھ گوارا ہے۔

(۱۳) ابھی کچھ عرصہ پہلے ان کے امیر صاحب نے قیاس کو حجّت مان لیا (الاعتصام لاہور مؤرخہ ۲۰، ۲۷ اپریل ۱۹۷۹ء ص۵)، کوئی نہیں پوچھتا کہ قیاس کب سے حجّت شرعیہ بن گیا بلکہ ایک پروفیسر صاحب نے ان کی تائید کر دی اور ادارہ کی تمام باتوں کا جواب قرآن وحدیث سے دینے کے بجائے قیاس سے دینے کو کافی سمجھ لیا، اب اگر پوچھا جائے کہ آپ کا یہ فرقہ وارانہ نام کہاں سے آیا تو جواب ملتا ہے "قیاس سے اور قیاس حجّت ہے"۔ اگر پوچھا جائے کہ "ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ" کے جواب میں "اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا" کہاں سے آیا تو کہتے ہیں:۔ قیاس سے" گویا انہوں نے بھی تقیہ جیسا ایک ہتھیار ایجاد کر ہی لیا، لیجئے اب کونسی بات رہی جس کا جواب نہ دیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ کا دین لوگوں کے قیاس کا مجموعہ بن گیا، گویا دین کامل نہیں ہے، قیامت تک قیاس ہوتے رہیں گے اور دین بنتا رہے گا۔ قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ جن لوگوں کے ہاں صحابی کا قول حجّت نہیں ان کے ہاں کسی عالم کا قیاس کیسے حجّت ہو گیا، ہم اس کا کیا جواب دیں؟ ہمیں خود حیرت ہے۔

گویا اسلام اب صرف وحی کا نام نہیں رہا بلکہ وحی اور قیاس کے مجموعہ کا نام ہے، جہاں سے یہ لوگ مقلّدین سے علیحدہ ہوئے تھے وہیں ان سے آملے! بتایئے اب ان میں اور مقلّدین میں کیا فرق رہا؟

بہر حال جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اور کر رہے ہیں نام قرآن وحدیث ہی کا لیتے ہیں لیکن اپنے ان اقوال وافعال پر قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہیں، یہی وجہ ہے کہ اپنے عجز پر پردہ ڈالنے کے لئے قیاس کا دفاعی ہتھیار انہیں ایجاد کرنا پڑا۔

الغرض علماء اپنے کسی گذشتہ عالم کے مقلّد ہیں اور عوام اپنے موجودہ علماء کے۔

ذہن سازی ان کے علماء نے عوام کی ذہن سازی تین طریقے سے کی ہے:۔

۱۔ اعتراض کرنے والے کے پاس کسی دینی مدرسہ کی سند نہیں [illegible]

۲۔ بڑے بڑے علماء کرتے آئے ہیں، کیا یہ ان سے بڑے عالم ہیں ؟

۳۔ یہ کام قیاس سے نکالا گیا ہے اور قیاس حجت ہے۔

ذہن سازی کے نتیجہ میں ذہن پرستی اتنی مستحکم ہو گئی ہے کہ الامان الحفیظ !! اب کوئی ان سے منوائے تو کیسے منوائے ؟

ان میں چند لوگ ایسے ہیں جو مندرجہ بالا بدعات کو بدعات سمجھتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ ہم ان علماء کے مقلد نہیں لیکن ان سے عقیدتاً اس قدر منسلک ہیں کہ اُن سے بیزاری کا اظہار بھی نہیں کرتے۔

معذرت ہم اس جماعت کو فرقہ سمجھتے ہیں، اس سلسلے میں ہم معذرت خواہ ہیں، ہم ہی نہیں بلکہ انہی کے ایک بڑے عالم نے بھی ان کو فرقہ تسلیم کر لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ جماعت "ایک تحریک کے بجائے ایک فرقہ بن کر رہ گئی ہے" (ماہنامہ محدث لاہور، بابت ماہ جمادی الاولےٰ والآخرۃ ۱۴۰۰ھ صفحہ ۲۲۶ سطور ۱۸ اور ۱۹) (ماخذ: "ذہن پرستی")

"ذہن پرستی" کی فہرست

ذہن پرستی افکار کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔

تحقیق میں نظریہ پرستی

اوپر جس ذہن پرستی کا ذکر کیا گیا اس کے ردّ عمل میں ایک اور ذہن نشو و نما ہو رہا ہے گویا وہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اس ذہن کا لُبّ لباب "بغض علیؓ ہے" حضرت علیؓ کی اہانت ایک تفریحی مشغلہ بن گیا ہے، ان کی فضیلت کی تمام حدیثیں مشکوک بلکہ موضوع سمجھی جا رہی ہیں۔ جب تاریخی واقعات کی تردید کرتے ہوئے اپنے نظریہ کی حمایت میں قلم اٹھتا ہے تو صحیح بخاری کی روایات بڑے فخریہ انداز میں اس طرح بیان کی جاتی ہیں کہ: "یہ اِدھر اُدھر کی باتیں نہیں، صحیح بخاری کی روایتیں ہیں": گویا عامۃ المسلمین کی طرح انہیں تسلیم ہے کہ صحیح بخاری کی روایات اتنی قابل اعتماد ہیں کہ ان کے خلاف تاریخی روایات کو پیش کرنا سراسر ہٹ دھرمی ہے لیکن جب اُسی صحیح بخاری کی روایات سے حضرت علیؓ کی منقبت ثابت ہوتی ہے تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر انہیں ناقابل اعتماد ثابت کیا جاتا ہے، پھر بڑے بھولے انداز میں اپنا دفاع یہ کہہ کر کیا جاتا ہے کہ ہم محدثین کے اصولوں ہی پر حدیث کو پرکھتے ہیں۔ اگر اُن اصولوں پر حدیث پوری اترتی ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں ورنہ ہم اُسے مسترد کر دیتے ہیں خواہ وہ صحیح بخاری ہی کی حدیث کیوں نہ ہو۔

روایات کو پرکھنے کے اصول کسی روایت کو پرکھنے کے سب سے زیادہ اہم اصول یہ ہیں:-

(۱) راوی صادق ہو

(۲) حافظہ کا مضبوط ہو اور

(۳) جس واقعہ کو وہ بیان کر رہا ہو اس کی جائے وقوع پر وہ خود موجود ہو۔

بتائیے ان اصولوں پر جو روایت پوری اترے گی وہ صحیح ہوگی یا نہیں۔ مان لیا کہ کوئی راوی بدعقیدہ، بدکردار ہے لیکن اگر وہ سچا ہے، جھوٹ کبھی نہیں بولتا اور بھولتا بھی کبھی نہیں تو بتلایئے اس کی بدعقیدگی یا بدکرداری کس طرح اس کی روایت پر اثر انداز ہوگی؟ بدعقیدگی یا بدکرداری جب اس کی صداقت کو متاثر نہیں کرتی تو آخر اس کی روایت کو مسترد کرنے کا کیا جواز ہے؟ اس کا مطلب

یہ نہیں کہ ثقاہت کے لئے راوی کے عقیدہ اور عمل کو دیکھا نہیں جاتا۔ ضرور دیکھا جاتا ہے اور دیکھا گیا ہے لیکن حقیقتاً یہ راوی کے صدق کو قوت پہنچانے اور اپنے اطمینان قلبی کے لئے ہوتا ہے اور اسی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حدیث کے پرکھنے میں بڑی بڑی باریکیوں سے کام لیا گیا ہے۔

دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ہو جس کے متعلق سب اچھی رائے رکھتے ہوں، اب جو شخص کسی راوی کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتا اس کے نزدیک وہ راوی ضعیف ہے حالانکہ حقیقتاً وہ ضعیف نہیں ہوتا۔ ضعف کا فیصلہ ایک فرد کی رائے سے کرنا اور مزید تحقیق نہ کرنا حقیقت پسندی نہیں۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نے غلط فہمی سے یا کسی غلط خبر کی بنیاد پر کسی کے متعلق غلط رائے قائم کرلی تو کیا اس کی رائے قابل وقعت سمجھی جائے گی؟ نہیں، یہاں بھی تحقیق کی ضرورت ہوگی۔

جرح و تعدیل کا فیصلہ تحقیق اور عامۃ المحدثین کی رائے سے ہوگا نہ کہ انفرادی رائے سے، لہذا انفرادی رائے اگر اسماء الرجال کی کتابوں میں مل جائے تو اس کو بنیاد بنا کر کسی ثقہ راوی کو غیر ثقہ بنانا صرف اپنی رائے کو نباہنے کا بہانہ ہوگا۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ کوئی راوی صحیح بخاری یا صحیح مسلم کا راوی ہو تو پھر اُس پر ایسی انفرادی رائے سے جرح کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کسی نے یہ فیصلہ ہی کرلیا ہے کہ کسی خاص حدیث کو اپنے نظریہ کی وجہ سے نہیں ماننا ہے تو صاف صاف یہی بات کیوں نہ کہدی جائے، اس کے لئے بہانہ تلاش کرنے سے کیا فائدہ۔ کسی راوی کے متعلق کسی فرد کی غلط رائے کو بنیاد بنا کر اس راوی کی ثقاہت کو کالعدم قرار دینا انصاف کا خون کرنا ہے، اس قسم کی تہمت سے کون بچ سکتا ہے۔ کیا ایک نام نہاد مسلم عبداللہ بن ذی الخویصیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمشافہ آپؐ پر ناانصافی کی تہمت نہیں لگائی؟ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کیا ایک مسلم المسمی بہ عیینہ نے حضرت عمرؓ کو منہ در منہ ناانصاف نہیں کہا (صحیح بخاری) لیکن کیا اس قسم کی تہمتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ بری نہیں؟ مخالف تو ضرور اس قسم کے الزامات لگا کر نبوت یا صحابیت پر چوٹ کرے گا لیکن کیا کوئی منصف مزاج بھی ایسا کرے گا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ کے متعلق دوسری لاتعداد روایتیں ان تہمتوں کی رد کے لئے کافی نہیں؟ یہی حال راویانِ حدیث کا ہے۔ اگر ہمیں کسی راوی پر مخالف کی خود ساختہ جرح یا تہمت یا موافق کی غلط فہمی کی بنیاد پر جرح یا تہمت مل جائے تو کیا ہم بھی اس کے متعلق وہی

رائے قائم کرنے کے مجاز ہوں گے، کیا محدثین کی کثیر جماعت کی توثیق کے مقابلہ میں اس جرح یا تہمت کے پرخچے نہیں اڑ جائیں گے خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ راوی جرح کی گھاٹی کو عبور کرکے صحیح بخاری یا صحیح مسلم کا راوی بن چکا ہو، کیا امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی روایت کو اپنی صحیح میں نقل کرکے اس بات کا ثبوت نہیں دے دیا کہ تحقیق حدِ کمال کو پہنچ گئی، اتہامات اور غلط فہمیوں کے پرخچے اڑ چکے ہیں، اور یہ بات صرف اس وجہ سے نہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اُس راوی کو ثقہ کہا ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ امام بخاری اور امام مسلم کے ساتھ سلف و خلف اور معاصرین بھی اس کی ثقاہت میں یک زبان ہیں، اب ان سب کی تحقیق کو مسترد کرکے غلط جرح کو تسلیم کرنا اور اس کو تحقیق شمار کرنا محض اپنے خود ساختہ نظریہ کی حمایت نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تہمت کا لگ جانا اور بات ہے اور تہمت کا ثابت ہونا اور بات ہے، اب اگر کسی پر چوری کی تہمت ہے تو اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ وہ درحقیقت چور ہے، ہوسکتا ہے تہمت غلط لگائی گئی ہو، یہ بڑی زبردست غلط فہمی ہوگی کہ کسی پر تہمت لگائی گئی ہو اور ہم اسے حقیقتاً ویسا ہی سمجھ لیں۔ اس مسئلہ کو ہر شخص اپنے اوپر منطبق کرکے دیکھ لے، حق کہنے کی وجہ سے بعض اُسے منافق کہتے ہوں گے، بعض وہابی کہتے ہوں گے، بعض خارجی کہتے ہوں گے، بعض قادیانی تک کہتے ہوں گے، تجربات اس کے شاہد ہیں اور یہ بالکل حقیقت ہے تو کیا وہ شخص واقعی ایسا ہے، وہ شخص خود فیصلہ کرے کہ کیا واقعی وہ لوگوں کے کہنے کے مطابق، منافق، وہابی، خارجی یا قادیانی ہے۔ یقیناً وہ یہی فیصلہ کرے گا کہ یہ سب الزامات ہیں اور ایک تحقیق کرنے والا جب اس کے پاس پہنچ کر حقیقت کو معلوم کرلے گا تو وہ بھی ان الزامات سے اس کو بری سمجھ کر اس کو بالکل ثقہ سمجھنے پر مجبور ہوگا، بالکل اسی طرح جرح و تعدیل کے مسلمہ امام تحقیق کے بعد جرح و تعدیل کا فیصلہ کرتے ہیں، سنی سنائی باتوں پر نہیں۔

الغرض یہ تو ایک اصولی بحث تھی، جرح کرنے کے تو بہت سے بہانے ہوسکتے ہیں۔ جب کوئی شخص جرح کرنے ہی کی ٹھان لے تو کوئی نہ کوئی وجہ جرح کرنے کے لئے نکل ہی آئے گی۔ مثلاً ایک نابینا کہتا ہے کہ میرے بیٹا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے یہ فرمایا....

اس تابعی کا نام بھی معلوم ہے، اس میں کسی قسم کی خرابی نہیں، وہ ہر لحاظ سے ثقہ ہے لیکن پھر بھی اگر کوئی شخص یہ کہدے کہ اس تابعی نے اپنے چچا کا نام نہیں لیا، جس کو اپنے چچا کا نام یاد نہیں وہ کیا حدیث کو یاد رکھے گا لہذا یہ تابعی ضعیف ہے تو بتائیے اس جرح کا کیا جواب ہے؟ اس نے یہ نہیں کہا کہ مجھے اپنے چچا کا نام یاد نہیں، نہ کسی دوسرے نے یہ کہا کہ اس کو اپنے چچا کا نام یاد نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی کوئی شخص اس کو جرح کا بہانہ بنالے تو کوئی کیا کر سکتا ہے؟ فرض کیجئے کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ میرے والد نے مجھ سے اس طرح بیان کیا تو کیا ہم یہ فرض کرلیں گے کہ ان کو اپنے والد تک کا نام معلوم نہیں لہذا اس کی روایت کا اعتبار نہیں۔

اس طرح جرح کے بہت سے بہانے نکل سکتے ہیں، خواہ وہ بہانے غیر معقول ہی کیوں نہ ہوں، غیر معقولیت کا فیصلہ وہ کریں گے جو اس جیسی ذہن پرستی میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ تو حقیقت ہے کہ غیر معقول جرح کرنے والا من مانی جرح کر کے بزعم خود اپنے نظریہ کے دفاع کرنے میں اپنے کو کامیاب سمجھے گا، اس کی ذہن پرستی کو ٹھیس نہیں پہنچے گی یا یوں کہیئے کہ وہ اپنی ذہن پرستی کو ٹھیس نہیں پہنچنے دے گا، لیکن ایسا شخص فریب نفس میں مبتلا ہو کر خود بھی گمراہ ہوگا اور بہت سے کم علم لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے گا۔

خلاصہ الغرض یہ دو ذہن آجکل بہت چل نکلے ہیں، ایک ذہن کہتا ہے کہ حضرت علیؓ بہت اچھے تھے، حضرت معاویہؓ بہت برے تھے۔ دوسرا ذہن کہتا ہے کہ حضرت معاویہؓ بہت اچھے تھے، حضرت علیؓ بہت برے تھے، معلوم نہیں کسی ایسی حدیث کے تسلیم کرنے سے ان کا کیا بگڑتا ہے جس میں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ یا حضرت معاویہؓ اور حضرت یزیدؒ کی فضیلت بیان کی گئی ہو۔ اگر کوئی شخص محض اپنے نظریہ کی خاطر حدیث کو نہیں مانتا اور اس کی بے جا تاویل و تضعیف کرتا ہے تو کیا اُسے ڈر نہیں کہ حدیث کو نہ ماننے کی وجہ سے کہیں اس کا ایمان جس کا وہ مدعی ہے سلب نہ ہو جائے۔ (ماخذ "ذہن پرستی")

- ایک چھوٹی سی کتاب میں ناقابلِ تردید دلائل کا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر سمو دیا گیا ہے۔
- ہمارے نامور علماء کس ذہن پرستی میں مبتلا ہیں؟

نظریہ پرستوں کے حیلے

اب ذرا یہ بھی دیکھئے کہ ذہن پرستی کی حفاظت کس کس طریقے سے کی جاتی ہے! جو چیز ذہن میں سمائی ہوئی ہے اُسے نکالنا گوارا نہیں لہذا طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی ہیں :-

۱۔ کوئی کہتا ہے کہ ہم آپ کی بات ہی سننا نہیں چاہتے، ہمیں غلطی ہی پر رہنے دیجئے، ہم اپنی قبر میں جائیں گے، آپ اپنی قبر میں، آپ اپنی نبیڑیئے۔

۲۔ کوئی کہتا ہے کہ ہم اپنے آباء و اجداد کے ساتھ ہیں، اگر وہ دوزخ میں جائینگے تو ہمیں بھی دوزخ میں جانا منظور ہے۔

۳۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ علماء سے بات کیجئے، اگر وہ مان لیں گے تو ہم بھی مان لیں گے۔

۴۔ کوئی مقرر یا واعظ یہ کہتا ہے کہ یہ بات علماء سے پوچھئے، ہم سے نہیں، گو یا وہ کسر نفسی کا اظہار کر کے اپنی ذہن پرستی کے اطراف ایک حصار کھینچ لیتا ہے۔

۵۔ کوئی عالم یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ تم جاہل ہو، فقہ اور فقہاء کی باتیں تمہاری سمجھ سے بالاتر ہیں۔

۶۔ کوئی کہتا ہے کہ تم ظاہری ہو، رموز شریعت کو تم نہیں سمجھ سکتے۔

۷۔ کوئی کہتا ہے "بڑے بڑے علماء ایسا کرتے آئے ہیں، لہذا یہی صحیح ہے"۔

۸۔ کوئی عالم محض لمبی تقریروں سے سامعین کو مرعوب کر کے مخالف کے مقابلہ میں اپنا سکہ بٹھا لیتا ہے۔

۹۔ کوئی عالم غیر موجود کتابوں کا غلط حوالہ دیکر اپنا پیچھا چھڑا لیتا ہے۔

۱۰۔ کوئی عالم قرآن و حدیث کی من مانی تاویل کر کے یا کسی صحیح حدیث کو بلا وجہ ضعیف کہہ کر اپنے نظریہ کی قلعہ بندی کر لیتا ہے۔

غرض یہ کہ توحید و سنت کی اشاعت و تبلیغ ایک مشکل کام بن گیا ہے، بہر حال کوشش کرنا ہمارا کام ہے، ہدایت دینا اللہ تعالٰے کا کام ہے، اللہ تعالٰے ہماری مدد فرمائے، ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن ہونے اور اس پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماخذ "ذہن پرستی"۔